التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۹، شمارہ:۲۵، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء

انفاقِ اموال۔ شریعت کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد اسحاق

شعبۂ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامی۔ جامعہ کراچی

ڈاکٹر محمد افتخار احمد

شعبۂ قرآن وسنہ، کلیہ معارف اسلامیہ۔ وفاقی جامعہ اردو کراچی

Abstract

Almighty ALLAH grants different rewards to the humans and also tests them using different ways as well. Out of these rewards, one is of the abundance in wealth. In Qur'an, Al Mighty ALLAH has sometimes termed this wealth as reward and somewhere it is called as a test. If a human fulfills his/her financial obligations then this wealth becomes reward, and when these obligations are not fulfilled then this wealth becomes an evil and a test.

The sayings of Prophet Muhammad (peace be upon him) tell us that on the Day of Judgment, a human will be asked two specific questions about the wealth. One will be that from where this wealth was earned? And the other will be that where and how this wealth was spent? Therefore, from the view point of Islamic Shari'a, we must duly fulfill all our financial obligations so that we can save ourselves from degradation and humiliation on the Day of Judgment.

A man must provide alimony to his family and parents according to his financial status. Zakat, Hajj and other similar financial obligations have also been put on a wealthy Muslim so that he can

use his wealth to please Al Mighty ALLAH. Similarly, this wealth must be spent in order to support his family and help other poor people. Islam has specified this whole financial system so that a human becomes a source of good for others and we all have also been ordered to do well with others.

Key words: Almighty-Wealth-Human-Obligations-Islam

خرچ کرنے کے صحیح طریقے

اسلام کسی کو اپنی ذاتی املاک میں اشیاء رکھنے سے نہیں روکتا۔ البتہ اس کے درست استعمال کی ترغیب ضرور دیتا ہے اور اس کا حکم بھی کرتا ہے۔ انسان اپنی املاک کو ناجائز اور حرام راستوں میں استعمال کر سکتا تھا۔ اس سے شراب لے سکتا تھا، جوا کھیل سکتا تھا، موسیقی وغیرہ کے آلات خرید سکتا تھا، اور دیگر حرام کاریوں میں اپنی دولت کو بے جا خرچ کر سکتا تھا۔ لیکن اسلام نے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی فہرست بیان کر کے انسان کو خبردار کر دیا ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ یہ سارے کام قابل مواخذہ ہیں، اور اس پر اپنی دولت کا صرف کرنا جرم تصور ہوگا۔ چنانچہ سب سے پہلے انسان کی رہنمائی کی گئی تو اسے اپنے سرمائے میں بے جا خرچ اور بخل کرنے سے منع کیا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولاتبذ رتبذ یرا.ان المبذ رین کانوااخوان الشیطین و کان الشیطان لربہ کفورا''(۱)

''اور فضول خرچی مت کرو، بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرہ ہے۔

اسی سورت میں تھوڑا سا آگے چل کر مزید ارشاد ہے:

''ولاتجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولاتبسطھا کل البسط فتقعد ملومامحسورا''(۲)

''اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے باندھ رکھو (کہ کچھ بھی خرچ نہ کرو) اور نہ ہی اسے بالکل ہی کھولو کہ ملامت زدہ اور حسرت زدہ بن کر بیٹھ جاؤ۔''

یہ آیات بخل اور اسراف سے منع کرتی ہیں۔ دین اسلام اعتدال کے ساتھ چلنے کا حکم کرتا ہے۔ اور یہی انسان کی معیشت کے استحکام کا سبب ہے۔

پھر زکوٰۃ اور دیگر نفقات واجبہ وغیرہ کا حکم بھی دے کر انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ بھی تمہاری ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری ہے۔ ان فرائض اور واجبات کے بیان کر دینے کے بعد دین نے صدقات نافلہ کو بھی بیان فرمایا ہے، کہ اگر فرائض سے ہٹ کر ویسے ہی اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے خرچ کرنے کا موقع آئے تو یہ بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ آپ یہ

کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ کا باقاعدہ ایک شعبہ ہے جس کی طرف اسلام اپنے ماننے والوں کو بار بار ترغیب دیتا رہتا ہے۔اور اسے مالی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری بتلاتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی قبولیت کی شرائط

انسان کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا کیلئے مال خرچ کرنا ہی درحقیقت صحیح معنوں میں خرچ کرنا کہلائے گا جب خرچ کرنے میں کوئی ذاتی غرض نہ ہو، احسان جتانے کی کوشش نہ ہو اور ریا کاری کا اس میں ادنیٰ سا شبہ بھی نہ ہو۔

چنانچہ اسی مقصد کیلئے سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھاالذین اٰمنوالاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس (۳)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات احسان جتا کر اور اذیت دے کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے۔''

سورہ بقرہ ہی میں اسی حوالے سے مزید ارشاد ہے:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل الله ثم لایتبعون ماانفقوامن ولااذی لھم اجرھم عندربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون (۴)

''جولوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اور پھر خرچ کر لینے کے بعد احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی تکلیف دیتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کیلئے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔اور ان کیلئے کسی خوف اور غم کا موقع نہیں ہے۔''

سورۃ النساء میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولایؤ منون بالله ولاباليوم الأخر ومن یکن الشیطان له قرینافساء قرینا (۵)

''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بالکل پسند نہیں فرماتا) جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔اور جس شخص کا دوست شیطان ہو تو اس کو بہت ہی برا دوست ملا۔''

ان آیات میں عنداللہ صدقات کی قبولیت کیلئے دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ایک نیت میں خلوص ہو اور دوسرا کسی پر احسان جتانے کیلئے نہ ہو۔اور اجر کا وعدہ بھی ایسے ہی صدقات پر ہے۔

(۱)مالی ذمہ داریوں پر ایک نظر

واضح یہ ہوا کہ اپنی ذاتی اور انفرادی ملکیت میں املاک کے آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف اور خرچ کرنے کے طریقے بھی بتلائے ہیں، جن میں سے بعض تو فرض اور واجب ہیں اور بعض کا تعلق استحباب کے ساتھ ہے۔ذیل میں کچھ ذمہ

داریوں کا بیان کیا جارہا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

بیوی بچوں اور والدین کا نفقہ

مالک کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ جن افراد پر خرچ کرنا اس پر واجب ہے ان افراد پر خرچ کرے۔ان کے کھانے، پینے، پہننے اور رہائش وغیرہ کا انتظام کرے۔اور یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جس کیلئے زکوۃ کی طرح باقاعدہ کوئی نصاب بھی مقرر نہیں ہے۔ایسے افراد درج ذیل ہیں:

اہل وعیال کا نفقہ

ازروئے شرع شوہر پر بیوی بچوں کا نان نفقہ واجب ہے۔سورۃ البقرہ میں اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا اشاد ہے

والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وعلی المولودله رزقهن وکسوتهن بالمعروف (۶)

''جو باپ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو مکمل دوسال تک دودھ پلائیں۔اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے ماؤں کو کھانا اور لباس دینا ہوگا۔''

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شوہر پر بیوی کا نان نفقہ اور لباس وغیرہ واجب ہے۔علاوہ ازیں احادیث سے بھی اس بات کا ثبوت بڑی وضاحت کے ساتھ فراہم ہوتا ہے کہ شوہر کے ذمے اپنے اہل وعیال کا نان نفقہ وغیرہ واجب ہے۔نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

فاتقوا الله فی نساء کم فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله .. .... ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف (۷)

''پس اپنی عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان کے تحت لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ تم نے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کر دیا ہے.......اور تم پر معروف طریقے کے مطابق ان کو کھلانا اور لباس پہنانا ضروری ہے۔''

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

ان هند بن عتبة قالت یارسول الله ان اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی مایکفینی و ولدی الاما اخذت منه وهو لایعلم فقال خذی مایکفیک وولدک بالمعروف (۸)

''ہند بن عتبہ نے کہا اے اللہ کے رسول ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔وہ مجھے میرے اور میرے بچوں کیلئے بقدر کفایت مال نہیں دیتا مگر یہ کہ میں اس کے علم میں لائے بغیر اس میں سے نکال لوں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معروف طریقے کے مطابق اتنا نکال لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کیلئے کافی ہو جائے۔''

اندازہ کریں اگر شوہر اپنے اہل وعیال کو بقدر کفایت مال نہ دے تو یہ مال بیوی بچے اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر بھی وصول کر سکتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس امر کی اجازت اس ذمہ داری کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی عمل

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا اپنا ذاتی طریقہ کار یہ تھا کہ آپ ایک سال کے مکمل خرچے کا انتظام پہلے سے ہی فرما دیا کرتے تھے۔جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبیع نخل بنی النضیرویحبس لاھلہ قوت سنتھم''(۹)

''آپ ﷺ بنونضیر (یہودیوں) کے باغ بیچ کر اس کی آمدنی سے اپنی بیویوں کی ایک سال کی خوراک رکھ لیا کرتے تھے۔''

اہل وعیال کا نفقہ فقہائے کرام کی نظر میں

صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

النفقة واجبة للزوجة علی زوجھامسلمة کانت أوکافرة اذاسلمت نفسھاالی منزلہ فعلیہ نفقتھا و کسو تھا وسکناھا (۱۰)

''بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمے واجب ہے،خواہ بیوی مومنہ ہو یا کافرہ،جب وہ اپنا نفس شوہر کے گھر میں اس کے حوالے کر دے تو اس پر بیوی کا نفقہ،لباس اور گھر لازم ہے۔''

اور علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''المغنی'' میں فقہاء کا اجماع بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فاتفق اھل العلم علی وجوب نفقات الزوجات علی ازواجھن (۱۱)

''اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیویوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر واجب ہے۔''

قرآن کریم کی آیات،رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور فقہائے کرام کی تشریحات یہ بتلاتی ہیں کہ شوہر کے ذمے اپنے اہل وعیال (بیوی بچوں) کا نان نفقہ وغیرہ واجب ہے۔اور اس پر تمام اہل علم کا اجماع بھی ہے۔

والدین کا نفقہ

انسان پر اپنے اہل وعیال کے نفقہ کے ساتھ ساتھ بوڑھے اور کمزور والدین کا نفقہ بھی واجب ہے۔قرآن وسنت ہمیں اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم کرتے ہیں۔ایسی احادیث موجود ہیں جن سے اس بات کا ثبوت حاصل ہوتا ہے کہ اولاد پر نادار والدین کا نان نفقہ وغیرہ واجب ہے،جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ولدالرجل من کسبہ من اطیب کسبہ فکلوامن اموالھم (۱۲)

''انسان کی اولاد اس کی کمائی میں داخل ہے اور اس کا شمار اس کی سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی میں سے ہے۔لہٰذا تم ان کے مال میں سے کھاؤ۔''

اور حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ان رجلااتی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ ان لی مالاوولداوان والدی یحتاج مالی قال انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوامن کسب اولادکم (۱۳)

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے پاس کچھ مال ہے اور میری اولاد بھی ہے۔اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے والد کیلئے ہے،تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ ترین کمائی میں داخل ہے لہٰذا تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔''

ان تمام روایات میں والدین کو اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھانے کا حکم کیا گیا ہے،اور اولاد کو والدین کی کمائی میں سے قرار دیا گیا ہے، جو کہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اولاد پر نادار والدین کا نان نفقہ وغیرہ واجب ہے۔اور مزید ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ اولاد پر مطلقاً والدین کا نان نفقہ واجب نہیں ہے بلکہ اس صورت میں واجب ہے جبکہ والدین محتاج ہوں۔جیسا کہ آخری روایت سے ثابت ہے۔

اور ان روایات سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ والد کو اپنی اولاد کے مال میں حقیقی ملکیت حاصل ہوتی ہے، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ والدین کو اپنی اولاد کے مال میں حقیقی ملکیت حاصل نہیں ہے۔لیکن کم از کم ضرورت کے وقت تو ملکیت کا یہ حق حاصل ہو۔جیسا کہ امام کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیث کے حوالے سے ''بدائع الصنائع'' میں تحریر فرماتے ہیں:

وظاھرہ یقتضی ان یکون للاب فی مال ابنہ حقیقۃ الملک فان لم تثبت الحقیقۃ فلااقل من ان یثبت لہ حق التملیک عندالحاجۃ (۱۴)

''اور اس حدیث کا ظاہر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ والد کو اپنے بیٹے کے مال میں حقیقی ملکیت حاصل ہو۔پس اگر حقیقی ملکیت حاصل نہ ہو تو کم از کم ضرورت کے وقت تو یہ ملکیت کا حق حاصل ہو۔''

الغرض اولاد پر لازم ہے کہ وہ نادار والدین کے نان نفقہ وغیرہ کی ذمہ داری برداشت کرے اور ان کی ہر قسم کی جائز ضروریات پوری کرے۔

(۲) زکوٰۃ

مالک کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ صاحب نصاب ہو جائے اور اس کا مال اس کی حوائج اصلیہ سے زائد ہو تو سال میں ایک مرتبہ ایک معین مقدار اپنے مال میں سے نکالے،اور یہ فرض ہے۔نفقات واجبہ کا تعلق انسان کے اہل وعیال اور خاندان کے افراد سے ہے،ایسوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نفقہ کو واجب قرار دیدیا۔اور معاشرے میں جو اور بہت

سارے مختلف قسم کے نادار اور مفلس قسم کے لوگ ہیں ان کی معاونت کیلئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا تا کہ انسان کے مال سے سب ناداروں کو فائدہ پہنچتا رہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم قرآن کریم کی روشنی میں

زکوٰۃ کی فرضیت سے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (۱۵)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

زمینی پیداوار کی زکوۃ کے سلسلے میں سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ (۱۶)

''کھاؤ ان کے پھل میں سے جس وقت وہ پھل لے آئیں۔اور ادا کرو ان کا حق جس دن ان کو کاٹو۔''

بالا آیات بتلاتی ہیں کہ زکوٰۃ ہر صاحب حیثیت مسلمان شخص پر فرض ہے۔اور کئی مقامات پر نماز کے ساتھ اس کو بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ زکوٰۃ ایسے ہی فرض ہے جس طرح نماز فرض ہے۔ان دونوں عبادتوں میں حکم کے حوالے سے کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم احادیث کی روشنی میں

کئی احادیث سے اس کی فرضیت کا حکم ملتا ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

ان اعرابیا اتی النبی ﷺ قال دلنی علی عمل اذا عملتہ دخلت الجنة قال تعبداللہ لاتشرک بہ شیئا و تقیم الصلاۃ المکتوبة وتؤتی الزکاۃ المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا فلما ولی قال النبی ﷺ من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنة فلینظر الی ھٰذا (۱۷)

''ایک دیہاتی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جب میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کر،اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بنا۔اور فرض نماز کو قائم کر اور زکوٰۃ دیتا رہے۔اور رمضان کے روزے رکھ۔وہ دیہاتی کہنے لگا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس پر کچھ زیادہ نہیں کروں گا۔جب وہ واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو اگر جنتی آدمی دیکھنے سے خوشی ہوتی ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔''

علاوہ ازیں حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو اس موقع پر آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

انک تاتی قومامن اھل الکتاب فادعھم الی شھادۃ ان لاالہ الااللہ وانی رسول اللہ فان ھم اطاعوالذٰلک فاعلمھم ان اللہ قدافترض علیھم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ فان ھم اطاعوالذٰلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ تؤخذمن اغنیاء ھم فترد فی فقراء ھم فان ھم اطاعوالذٰلک فایاک وکرائم اموالھم و اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھاوبین اللہ حجاب (۱۸)

''تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے توان کواس بات کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ تعالی کا رسول ہوں۔اگر وہ اس بات کو تسلیم کرلیں تو پھران کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھران کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پران کے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے،جوان کے مالداروں سے لے کرانہی کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔جب وہ اس کو بھی مان لیں تو تمہیں ان کے عمدہ مالوں سے احتراز کرنا ہوگا۔اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا اس لئے کہ اس کی بد دعا اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

یہ روایات بتلاتی ہیں کہ ہرصاحب حیثیت مسلمان پرسال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔اس لئے کہ آپ ﷺ نے اسے فرائض کے باب میں سے بیان فرمایا ہے اور نماز کی فرضیت کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی فرضیت کا بھی حکم کیا ہے۔لہٰذا فرضیت کے حوالے سے نماز اور زکوٰۃ کے حکم کے مابین کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب غطفان اور بنوسلیم کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان سے جہاد کا اعلان کردیا۔غطفان اور بنوسلیم کے لوگوں کی طرف سے زکوٰۃ کے انکار پر سیدنا صدیق اکبرؓ کی جانب سے اعلان جنگ اس کی فرضیت کو ہی واضح کرتا ہے ورنہ اتنا خطرناک ردعمل ظاہر نہ ہوتا۔

(۳)حج بیت اللہ

مالک کی تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ اگر حیثیت ہو،اخراجات برداشت کرسکتا ہو،اہل وعیال اور اپنے زیرکفالت افراد کیلئے نان نفقے وغیرہ کا انتظام بھی کرسکتا ہو تو زندگی میں ایک مرتبہ حج بیت اللہ کیلئے جائے۔اور یہ فرض ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (۱۹)

''اور لوگوں میں سے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کیلئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں دیکھیں تو ان سے بھی اس کی فرضیت کا ثبوت حاصل ہوتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

لـمانزلت و لله على الناس حج البيت من استطا ع اليه سبيلاقالوايارسول الله الحج فى كـل عـام فسـكـت ثـم قالوافى كل عام فقال لاولوقلت نعم لوجبت فنزلت يايهاالذين اٰمنوا لاتسئلوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم (٢٠)

جب یہ آیت نازل ہوئی"**ولـله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا** "(اوراللہ تعالیٰ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنااس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہواس کی طرف راہ چلنے کی) تو صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول کیاحج ہر سال فرض ہے؟ تو آپ خاموش ہوگئے۔صحابہ کرام نے پھر عرض کیا کہ کیا ہر سال فرض ہے؟تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایانہیں۔اوراگر میں کہتا کہ ہاں تو (ہر سال) فرض ہوجاتا۔پھر یہ آیت نازل ہوئی"**یـایهـاالـذیـن اٰمـنـوا لاتسـئلوا عن اشیـاء ان تبدلکم تسؤکم**"(اے ایمان والو!مت پوچھوایسی باتیں کہ اگرتم پروہ کھولی جائیں توتمہیں بری لگیں)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

ان الاقـرع بـن حـابـس سـال الـنـبـى ﷺ فـقال يارسول الله الحج فى كل سنة أومرة واحدة قال بل مرة واحدة فمن استطا ع فتطو ع (٢١)

"حضرت اقرع ابن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا حج ہر سال فرض ہے یا (زندگی میں) ایک مرتبہ فرض ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ایک مرتبہ فرض ہے۔اور جواس سے زیادہ کی طاقت رکھے تو وہ مستحب ہے۔"

بالاقرآنی آیات اوراحادیث سے پتا چلا کہ ہر صاحب حیثیت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔اور اگر کوئی ایک سے زائد مرتبہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یہ اللہ کی توفیق ہے اور نفلی عبادت ہے۔

(۴)انفاق مال کی اضافی ذمہ داری

ہر صاحب حیثیت مسلمان پر سال میں ایک مرتبہ زکوۃ ادا کرنا تو فرض ہے ہی لیکن اس کے علاوہ بھی معاشرے میں بعض مواقع ایسے آتے ہیں جس میں خرچ کرنا بھی اس مسلمان پر فرض ہوتا ہے، جبکہ اس کا تعلق زکوۃ وغیرہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔اوراس کی صراحت رسول اللہ ﷺ کے واضح اقوال سے ہوتی ہے۔جیسا کہ "جامع الترمذی" کی روایت ہے، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں:

سـالـت أوسـئـل النبى ﷺ عن الزكوٰة فقال ان فى المال لحقاسوى الزكوٰة ثم تلاهٰذه الأية التى فى البقرة ليس البران تولواوجوهكم قبل المشرق والمغرب . . . . الاية (٢٢)

"رسول اللہ ﷺ سے میں نے یا کسی اور نے زکوۃ کے بارے میں پوچھا،تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ

زکوٰۃ میں مال کے علاوہ بھی حق ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے سورہ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ نیکی اس چیز کا نام نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر دو........الی اخرہ۔''

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات یہ بتلاتی ہیں کہ ہر صاحب حیثیت مسلمان پر بعض حالات میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی خرچ کرنا واجب ہے۔ مثلاً سخت بھوک کی حالت میں بھوکے انسان کو کھانا کھلانا یا پیاس کی شدت میں کسی پیاسے آدمی کو پانی پلانا یا برہنہ شخص کو مجبوری کی صورت میں کپڑا پہنانا، یا کوئی بھی ایسا مریض جو اپنے علاج کیلئے وسائل نہ رکھتا ہو اس کا علاج کرانا ہر صاحب حیثیت مسلمان پر ضروری ہے۔اسی طرح ''صحیح بخاری'' کی روایت ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فکوا العانی یعنی الاسیر واطعموا الجائع (۲۳)

''قیدی کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس المؤمن بالذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ (۲۴)

''وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر رات کو سوئے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من احتکر طعاما اربعین یوما فقد بری من اللہ وبری اللہ منہ وایما اھل عرصۃ اصبح فیھم امرؤ جائع فقد برئت منہ ذمۃ اللہ (۲۵)

''جس شخص نے چالیس دن کا غلہ اپنے پاس ذخیرہ کئے رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہو گیا۔اور جس احاطہ والوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان میں کوئی بھوکا انسان تھا تو اللہ تعالیٰ ان سے بری الذمہ ہے۔''

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل فرض علی الاغنیاء فی اموالھم مایکفی الفقراء فان جاعوا أوعروا أوجھدوا فبمنع الاغنیاء وحق علی اللہ تبارک وتعالی ان یحاسبھم ویعذبھم (۲۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر ان کے اموال میں سے اتنا فرض کیا ہے جو فقراء کیلئے کافی ہو جائے پس اگر یہ لوگ بھوکے یا ننگے یا کسی مشقت میں مبتلا رہیں تو یہ اسی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ مالدار لوگ ان کو ان کا حق نہ دیں۔اور پھر اللہ تعالیٰ پر یہ لازم ہوگا کہ وہ ان سے محاسبہ کرے اور ان کو سزا دے۔''

اسلام آپس میں اخلاقیات اور معاونت کی دعوت دیتا ہے۔اور مستقل اس کی ترغیب دیتے ہوئے کبھی اس کے فضائل بتلاتا ہے تو کبھی اس ذمہ داری کا احساس نہ کرنے والوں کیلئے وعیدوں کا بیان بھی کرتا ہے۔تاکہ لوگوں کے بیچ ہمدردی اور معاونت کا یہ سلسلہ چلتا رہے۔

مہمان کا حق

کسی مہمان کا اکرام اوراس کی ضیافت کرنے کوبھی اسلام نے واجب قرار دیدیا ہے۔صحیح بخاری میں حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفه جائزته یوم ولیلة والضیافة ثلاثة ایام فما بعدذٰلک فهو صدقة ولایحل له ان یثوی عنده حتی یحرجه (۴۷)

''جوشخص بھی اللہ اوراس کے رسول پرایمان رکھتا ہوتو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔اس کا حق ایک دن اور ایک رات ہے۔اورمہمان نوازی کی مدت تین دن ہے ۔اوراس کے بعد صدقہ ہے۔اورمہمان کیلئے یہ جائزنہیں کہ وہ میزبان کے ہاں اتنالمباعرصہ ٹھہرارہے کہ اس کوتنگی میں مبتلا کردے۔''

ان روایات سے یہ ثابت ہوا کہ ایک دن اورایک رات تک کسی مہمان کی ضیافت اورمہمان نوازی کرنا یہ اس مہمان کا واجب حق ہے، جسے ادانہ کرنے والا گناہ گار ہوگا۔اورایک دن سے زیادہ مہمان کی مہمان نوازی کرنا بھی باعث اجروثواب ہے اوراگرمیزبان یہ حق ادانہ کرے،اورانکارکرے تو مہمان اس سے اپنا یہ حق زبردستی بھی لے سکتا ہے۔جیسا کہ جامع الترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

قلت یارسول اللہ انانمر بقوم فلاھم یضیفوناولاھم یؤدون مالناعلیھم من الحق ولانحن ناخذمنھم فقال رسول اللہ ﷺ ان ابواالاان تاخذوا کرھافخذوا (۴۸)

''میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ہم جب کسی قوم کے پاس سے گزرتے ہیں تو نہ وہ ہماری مہمان نوازی کرتے ہیں اورنہ ہی وہ ہمارے وہ حقوق اداکرتے ہیں جوکہ ہمارے ان پرواجب ہیں،اورنہ ہی ہم ان سے لیتے ہیں۔اس پررسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگروہ لوگ زبردستی کئے بغیرمنع کرتے رہیں تو تم ان سے زبردستی لے لو۔''

ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ اگرکوئی شخص کسی مہمان مسافر کے اکرام اورضیافت سے انکارکردے،اوراس کا یہ حق ادانہ کرے تو جبری یہ حق لیاجاسکتا ہے۔

اضطراری کیفیت میں مبتلا انسان کا حق

کوئی حاجت منداورضرورت مندانسان اگراس کیفیت میں مبتلا ہوکہ اس کے پاس کھانے ،پینے کیلئے کچھ نہ ہویااس کواپنے جسم کے چھپانے کیلئے لباس کی اشدضرورت ہویاوہ ضرورت مندمریض ہواوراپنے علاج معالجے کیلئے وسائل نہ رکھتا ہویاوہ بے گھرہواوراس کے پاس رہنے کیلئے مکان نہ ہو۔ایسے ضرورت مندغریب کی مددکرنا ہرصاحب حیثیت مسلمان پرفرض ہے۔ایسے سخت حالات میں جب ایک غریب آدمی اپنی زندگی اورموت کی کشمکش میں مبتلا ہواسلام نے زکوٰۃ،صدقات اورعطیات وغیرہ کا

نظام رائج کیا ہے کہ ان ذرائع سے ایک مفلس کی مدد ممکن ہے۔لیکن اگر یہ صورتیں اس وقت میسر نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سخت بھوک کی حالت میں حرام اشیاء اور خنزیر کے گوشت کے کھانے کی اجازت بھی دیتا ہے۔اور یہ بھی اس وقت کہ جب کسی بھی قسم کا کوئی حلال کھانا موجود نہ ہو،اور حرام کھائے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو،اور موت کا خطرہ ہو۔جیسا کہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حوالے سے ''المحلی ''میں تحریر فرماتے ہیں:

ولایحل لمسلم اضطران یاکل میتة أولحم خنزیر وهویجدطعامافیه فضل عنه صاحبه لمسلم أو لذمی لان فرضاعلی صاحب الطعام اطعام الجائع فاذاکان ذٰلک کذٰلک فلیس بمضطر الی المیتة ولاالی لحم الخنزیروبالله تعالی التوفیق .وله ان یقاتل عن ذٰلک فان قتل فعلی قاتله القودوان قتل المانع فالی لعنة الله لانه منع حقاوهوطائفة باغیة (۲۹)

''کسی مسلمان کیلئے جوحالت اضطرار میں مبتلا ہو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مردار یا خنزیر کا گوشت کھالے جبکہ اسے ایسا کھانا مل سکتا ہو جو کسی مسلمان یا ذمی کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہو۔اس لئے کہ کھانے کے مالک پر بھوکے انسان کو کھانا کھلانا فرض ہے۔پس ایسی حالت میں وہ مردار یا خنزیر کے گوشت کے کھانے پر مجبور نہیں۔اور اسے اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اس معاملے میں جنگ کرنے پر آمادہ ہوجائے۔اگر وہ خود قتل ہوجائے تو اس کے قاتل پر دیت لازم ہوگی،اور اگر وہ مزاحمت کرنے والے کو قتل کر دیتا ہے تو وہ خدا کی لعنت کا مستحق ہوگا کیونکہ اس نے حق کے ادا کرنے میں مزاحمت کی،اور وہی بغاوت کرنے والا فریق تھا۔''

مجبور انسان اپنے اس حق کی وصولی کیلئے اس حد تک لڑسکتا ہے کہ اگر یہ قتل ہوجائے تو قاتل پر دیت لازم ہوجائے گی اور اگر یہ مجبور انسان قاتل بن کر اس کو قتل کردے تو اس پر اس کے قتل کے بدلے میں کسی قسم کی کوئی دیت لازم نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ اس نے ایک باغی شخص کو قتل کیا ہے اور باغی کے قاتل پر کسی قسم کی کوئی دیت نہیں ہوتی۔البتہ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمہ اللہ جنگ کرنے کے معاملے میں کھانے اور پینے کے درمیان فرق کرتے ہیں،جیسا کہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب الخراج''میں تحریر فرماتے ہیں:

فان اصحابناکانوا یرون القتال علی الماء اذا خاف الرجل علی نفسه بالسلاح اذا کان فی الماء فضل عمن هومعه.ولایرون ذٰلک فی الطعام ویرون فیه الاخذوالغصب من غیر القتال (۳۰)

''ہمارے اصحاب کے نزدیک انسان پانی حاصل کرنے کیلئے اسلحہ کے ذریعے سے جنگ کرسکتا ہے جبکہ انسان کو اپنی جان جانے کا خطرہ ہو اور جس کے پاس پانی موجود ہو وہ اس کی اپنی ضرورت سے

زائد ہو۔اور کھانے کے بارے میں ان حضرات کی یہ رائے نہیں ہے۔اور اس معاملے میں وہ صرف قتال کئے بغیر چھیننے کی اجازت دیتے ہیں۔''

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اس بیان پر تنقید کرتے ہوئے ''المحلی''میں تحریر فرماتے ہیں:

فای فرق بین اباحواله من القتال علی مایدفع به عن نفسه الموات من العطش و بین ما منعوه منه من القتال عنه نفسه فیمایدفع به عنهاالموات من الجوع والعری.و هٰذا خلاف للاجماع وللقراٰن وللسنن و للقیاس (۳۱)

''ان دونوں حالتوں میں آخر کیا فرق ہے کہ ان حضرات نے سخت پیاس کی حالت میں موت کے خطرے سے جنگ کی اجازت دی ہے جبکہ بھوک اور ننگے بدن ہونے کی وجہ سے موت کے خطرے سے بچنے کیلئے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔اور یہ اجماع،قرآن کریم،حدیث اور قیاس سب کے خلاف ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی اس تنقید سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح سخت پیاس کی حالت میں مجبور شخص کو پانی کے حصول کیلئے لڑنے کی اجازت ہے اسی طرح سخت بھوک کی حالت میں بھی کسی کھانے کی چیز کو حاصل کرنے کیلئے لڑنے کا اختیار مجبور انسان کو حاصل ہے۔''

اسی بنیاد پر اس جنگ اور قتال سے بچنے کیلئے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں غریب،نادار اور مجبور شخص کی امداد کیلئے ایمان والوں کو ترغیب بھی دی گئی ہے کہ اگر واقعۃً کوئی اپنی مجبوری اور پریشانی سامنے رکھ کر کوئی سوال کرے تو اسے خالی ہاتھ مت جانے دو،اور اس کو ڈانٹو بھی مت۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ردواالسائل ولوبظلف محرق (۳۲)

''سائل کو کچھ دے کر لوٹاؤ چاہے جھلسایا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔''

شافعی مذہب کے عالم علامہ رملی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''نہایۃ المحتاج''میں مسلمانوں کے ذمے جو کام فرض کفایہ ہیں ان کی فہرست بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ودفع ضررالمسلمین واهل الذمة ککسوة عار مایسترعورته أویفئی بدنه ممایضره و اطعام جائع اذالم یندفع ذٰلک الضرربزکوٰة و سهم المصالح من بیت المال، لعدم شیء فیه أولمنع متولیه ولوظلماً......... و منه یوء خذ انه لوسئل قادر فی دفع ضرر لم یجز له الامتناع وان کان هناک قادراٰخر (۳۳)

''اسی طرح مسلمانوں اور ذمیوں (یعنی اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں) سے ضرر اور تکلیف دور کرنا بھی فرض کفایہ ہے،مثلاً کسی برہنہ انسان کو اتنا لباس دینا جس سے وہ ستر عورت کر سکے یا اپنے بدن

کومضراثرات (مثلاً گرمی اور سردی وغیرہ) سے بچاسکے ،اور کسی بھوکے کوکھانا کھلانا جبکہ یہ ضرر زکوٰۃ کی مدسے اور بیت المال کے مصالح عامہ کی مد سے دور نہ ہوسکتا ہو، یا تو اس لئے کہ بیت المال میں کچھ موجود نہ ہو یا اس لئے کہ اس کا متولی اور منتظم دیتا نہ ہو، اگر چہ وہ ظلماً ایسا کر رہا ہو..........اوراسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص جو اس ضرر اور تکلیف کو دور کرنے پر قادر ہو، اگر اس سے اس بات کا مطالبہ کیا جائے (کہ اس ضرر اور تکلیف کو دور کرنے پر خرچ کرے) تو اس کیلئے انکار کرنا جائز نہیں، اگر چہ وہاں کوئی دوسرا شخص بھی موجود ہو جو خرچ کرنے پر قادر ہو۔''

اور علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''المحلی ''میں تحریر فرماتے ہیں:

فرض على الاغنياء من اهل كل بلدان يقوموا بفقرائهم ويجبر السلطان على ذٰلک (۳۴)

''اور ہر شہر کے مالداروں پر یہ فرض ہے کہ وہ محتاجوں کی مدد کریں اور حاکم اس معاملے میں ان پر زبردستی کرے۔''

قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور حضرات فقہاء کرام کے ان اقوال کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کسی حاجت منداور ضرورت مند انسان کی ضرورت پوری کرنا ہر صاحب حیثیت مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے خواہ وہ ضرورت کھانے پینے کی ہو یا لباس، رہائش اور علاج معالجے کی۔ اگر کوئی شخص باوجود قدرت اور استطاعت کے کسی ضرورت مند نادار کی ضرورت پوری نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مصادرومراجع

(۱) القرآن: ۱۷۔۲۶، ۲۷

(۲) القرآن: ۱۷۔۲۹

(۳) القرآن: ۲۔۲۶۴

(۴) القرآن: ۲۔۲۶۳

(۵) القرآن: ۴۔۳۸

(۶) القرآن: ۲۔۲۳۳

(۷) مسلم بن حجاج، ابوالحسن، صحیح مسلم ، کتاب الحج باب حجة النبی ﷺ، کراچی قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ، جلد ا، ص ۳۹۷

(۸) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب النفقات باب اذالم ينفق فللمرأة ......، کراچی قدیمی کتب خانہ، ۱۳۸۱ھ، جلد ۲، ص ۸۰۸

(۹) ایضاً، باب حبس الرجل قوت سنة....، ص ۸۰۶

(۱۰) علی بن ابوبکر، ابوالحسن، الهدايه، کتاب الطلاق، باب النفقه، ملتان مکتبہ شرکت علمیہ، ۱۳۹۳ھ، ص ۴۱۳

(۱۱) ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، بیروت دارالفکر۔ ۱۴۰۴ھ، جلد ۹، صفحہ ۲۳۱

(۱۲)السجستانی،سلیمان بن اشعث، ابو دوؤد سنن ابو داؤد، کتاب البیوع باب الرجل یاکل من مال ولدہ،ملتان مکتبہ امدادیہ،۱۳۶۱ھ،ص۱۴۱

(۱۳)ایضاً،ص۱۴۲

(۱۴)کاسانی،مسعود بن احمد،ابوبکر،بدائع الصنائع،کراچی ایچ ایم سعید،۱۴۰۰ھ،جلد۴،ص۳۰

(۱۵)القرآن۲:۴۳

(۱۶)القرآن۶:۱۴۱

(۱۷)البخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب الزکوٰۃ،باب وجوب الزکوٰۃ،جلد۱،ص۱۸۷

(۱۸)مسلم بن حجاج،ابوالحسن،صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ و شرائع الدین،ص۳۶

(۱۹)القرآن۳:۹۷

(۲۰)القزوینی،محمد بن یزید،ابوعبداللہ،سنن ابن ماجہ،ابواب المناسك باب فرض الحج،کراچی قدیمی کتب خانہ،۱۴۰۷ھ،ص۲۰۷

(۲۱)ایضاً

(۲۲)امام ترمذی،محمد ابن عیسیٰؒ،جامع الترمذی،کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء ان فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ ،ملتان فاروقی کتب خانہ،۱۳۹۳ھ،ص۸۳

(۲۳)البخاریؒ،محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری، کتاب الجہادباب فکاك الاسیر،ص۴۲۸

(۲۴)البغوی،ابومحمد حسین،مشکوٰۃالمصابیح ،کتاب الادب باب الشفقۃوالرحمۃ علی الخلق،کراچی قدیمی کتب خانہ،۱۳۶۸ھ،ص۴۲۱

(۲۵)امام احمد بن حنبلؒ،مسند احمد، بیروت المکتب الاسلامی،۱۴۰۵ھ،جلد۲،ص۳۳

(۲۶) قاسم بن سلام،ابوعبیدہ،کتاب الاموال،شیخوپورہ المکتبۃ الاثریہ،۱۳۵۳ھ،ص۵۹۵

(۲۷)البخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب الادب،باب اکرام الضیف و خدمتہ۔،جلد۲۔ص۹۰۴

(۲۸)امام ترمذی،محمد ابن عیسیٰؒ،جامع الترمذی ابواب السیر،باب ماجاء مایحل من اموال اھل الذمۃ،ص۱۹۲

(۲۹)اندلسی،علی ابن حزم،المحلی ،کتاب الزکوٰۃ ،مصرادارۃ الطباعۃ المنیرہ،۱۳۴۹ھ،جلد۶،صفحہ۱۵۹

(۳۰)یعقوب،ابویوسف، کتاب الخراج،فصل فی القنی والآبار والانھاروالشرب،کراچی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،۱۴۰۷ھ،ص۹۷

(۳۱)اندلسی،علی ابن حزم،المحلی

(۳۲)البیہقی ،احمد بن حسین،السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ،باب التحریص علی الصدقۃ،جلد۴،ص۱۷۷

(۳۳)رملی،محمد بن ابوالعباس،نہایۃ المحتاج، بیروت،ان۔س ن،جلد۸،ص۴۲

(۳۴)اندلسی،علی ابن حزم،ص۱۵۶